پیغام سیرت

نبی رحمت ﷺ اور نونہال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد

بچے کسی بھی معاشرے کی امیدوں، آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز ہوتے ہیں، اس لئے کہ مستقبل کی تعمیر کا انحصار ان ہی پر ہوتا ہے، اس لئے بچے دوسرے تمام طبقات کی بہ نسبت زیادہ توجہ، زیادہ شفقت اور زیادہ محبت چاہتے ہیں۔ معاشرتی حوالے سے بھی بچوں کی اہمیت مسلم ہے، اسی بنا پر اسلامی تعلیمات میں جہاں والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت بیان کی گئی ہے وہاں بچوں کے حقوق بھی واضح کئے گئے ہیں۔ اسلام کی معاشرتی زندگی یک رخی نہیں، ہمہ گیر ہے اس لئے والدین اگر اسلامی معاشرے میں بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں تو بچے اس اکائی کا نتیجہ اور ثمرہ ہیں۔ یہ دونوں مل کر معاشرے کی صورت گری کرتے ہیں۔ بچے تو اور بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ وہ نہ صرف والدین کی شخصی توسیع ہیں بل کہ وہ معاشرے کے ارتقا اور اس کی متحرک زندگی کا عکس ہیں۔ آج کی اولاد کل کے والدین ہیں، اور آج کے بچے کل کے جوان اور بزرگ ہوتے ہیں۔ اس بنا پر اسلام نے بچوں کے بارے میں خصوصی ہدایات دی ہیں۔

کوئی معاشرہ بچوں کے بارے میں جو رویہ اختیار کرتا ہے وہی اس کا معاشرتی معیار قرار پاتا ہے۔ اگر ان کے ساتھ حسن سلوک کے بہ جائے بے اعتدالی روا رکھی گئی تو اس سے نہ صرف یہ کہ معاشرے کا ارتقائی مزاج مجروح ہوگا بل کہ مستقبل کے والدین بھی خطرناک حد تک اولاد کش ثابت ہوں گے۔ ایک معاشرے میں بچوں اور بڑوں کا تعلق سب سے اہم مسئلہ ہے کیوں کہ بڑوں کا احترام اور بچوں کے ساتھ شفقت اس معاشرے کے مجموعی رویوں کے عکاس ہوں گے۔ بڑوں کے ساتھ حسن سلوک اور بچوں کے

ساتھ مشفقانہ رویہ ایک رحم دل معاشرے کی تشکیل کا باعث ہوگا۔ یہی سب ہے کہ حسن سلوک، ادب و احترام، ایثار و شفقت اور عزت و وقار اسلامی معاشرے کی نمایاں خصوصیات ہیں۔(۱)

بچے اور اسلام

اسلام کی نظر میں بچوں کی اہمیت کئی وجوہ سے ہے، وہ مستقبل کے معمار ہیں، وہ خاندان کی بقا کا ذریعہ ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہیں۔ وہ جماعت کی کثرت اور پہچان کا سبب ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کی ایک صورت ہیں۔ اسلام اپنے زیر اثر معاشرے میں اولاد کو اپنی معاشرتی اور سماجی اقدار کے تعارف، بقا اور تحفظ کا ذریعہ تصور کرتا ہے۔ اسلام اولاد کو نعمتِ عظمیٰ قرار دے کر اس کی نگہ داشت کا حکم دیتا ہے، اسلام نے خاندان کا جو تصور دیا ہے اس کی ایک اہم اکائی اولاد کی صورت میں بچے ہیں۔ اسلام اسے ذاتی تسکین کا سامان بھی قرار دیتا ہے، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو جو حقوق عطا کئے ہیں اور بچوں پر آپ ﷺ کی شفقت و رحمت کے جو مظاہر کتب حدیث و سیرت میں موجود و محفوظ ہیں، ان کا تذکرہ کرنے سے قبل ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم کی روشنی میں اسلام کے ہاں بچوں کی کیا حیثیت سامنے آتی ہے؟

جیسا کہ عرض کیا گیا اسلام بچوں کو نعمت عظمیٰ قرار دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ انسان کو اپنے احسانات یاد دلاتے ہوئے کہتا ہے۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (۲)

اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے جوڑے بنائے اور تمہاری بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا۔

دنیا کی رونق بچوں کے دم سے ہے، یہ سامان زینت ہیں۔ فرمایا:

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۳)

مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی زینت ہیں۔

نظامِ فطرت میں بچے اور اولاد امداد و تعاون کی ایک صورت ہے، جن سے انسان تقویت حاصل کرتا ہے، اور جن کے بل بوتے پر وہ عددی اکثریت حاصل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اپنی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرماتا ہے۔

۱۔ ڈاکٹر خالد علوی۔ اسلام کا معاشرتی نظام۔ الفیصل، لاہور: ص ۲۲۴

۲۔ النحل: ۷۲　　　　۳۔ کہف: ۴۶

وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِیْرًاO (۴)

اور تمہیں مال اور اولاد سے قوت دی اور تمہیں بڑی جماعت والا بنا دیا۔

اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاتَّقُوا الَّذِیْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَO اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِیْنَO (۵)

اور اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری مدد کی جن کو تم جانتے ہو۔ اس نے چوپایوں اور اولاد سے تمہاری مدد کی۔

حضرت نوح علیہ السلام بھی اپنی قوم کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کے انعامات اور انعامات کے وعدے بیان کرتے ہیں تو اولاد کا ذکر خاص طور پر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًاO (۶)

اور تمہیں مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔

غرض اسلام کا نقطۂ نظریہ ہے کہ جوں کہ دیگر نعمتوں کی طرح بچے بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہیں، اس لئے اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے۔ ان کی پرورش اور تربیت پوری اہتمام سے کرنی چاہئے پھر ان کا درجہ امانت کا بھی ہے، اس لئے ان کی تربیت پورے معاشرے کی ذمے داری ہے، اور ان سے بدسلوکی پورے معاشرے کے لئے ضرر رساں اور نقصان دہ ہے، اور ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں کوتاہی پورے معاشرے کے لئے مضر ہے۔ جب ایک تربیت یافتہ بچہ انسانی معاشرے کے لئے مفید ثابت ہوگا تو ایک غیر تربیت یافتہ بچہ اسی معاشرے کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتا ہے۔

بچوں پر نبیٔ رحمت ﷺ کی شفقت

بچوں کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ حاصل رہی ہے، آپ ﷺ نے ان کے جو حقوق بیان فرمائے ہیں اور اسلام نے انہیں جو خاص اہمیت دی ہے اسے چند عنوان کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ حق حیات

اسلام نے بچوں پر اہم ترین احسان یہ کیا ہے کہ انہیں زندگی کا حق عطا کیا ہے۔ اسلام کی نظر میں

۴۔ الاسراء:۶ ۵۔ الشعراء:۱۳۲، ۱۳۳ ۶۔ نوح:۱۲

مرد وعورت کا جائز باہمی تعلق محض ایک تفریح نہیں ہے، بل کہ یہ نسل انسانی کے تحفظ اور اس کے پھلنے پھولنے کا ذریعہ ہے، اس بنا پر اس تعلق کے ثمرے کے طور پر وجود پانے والے بچے کو اسلام یہ حق دیتا ہے کہ وہ زندہ رہے، اور والدین کی یہ ذمے داری قرار دی گئی ہے کہ وہ اس کی زندگی کو خوشی سے قبول بھی کریں اور اس کی بقا کے لئے ناگزیر وضروری اقدامات بھی کریں۔

اسلام سے قبل بچوں سے بہت سی صورتوں میں یہ حق حیات چھین لیا جاتا تھا۔ کبھی نرینہ اولاد کی خواہش ان کی زندگی کے لئے خطرہ بن جاتی۔ کبھی ان کے جیتے جاگتے وجود کو خیالی یا ساکت و جامد معبودوں کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا، اور کبھی معاشی کفالت کا خوف ان کی جان لے لیتا۔ یہ تیسری صورت فیملی پلاننگ کے نام پر آج بھی پوری دنیا پر مسلط ہے، اور اس کے تقاضوں پر سختی سے عمل پیرا ہونے والے ملک چین میں بچوں کا قتل آج عروج پر ہے، کیوں کہ کثرت آبادی کے خوف سے وہاں کی حکومت عرصے سے ''ایک خاندان ایک بچہ'' کے اصول پر عمل پیرا ہے، جس کے نتیجے میں اب وہاں ہر خاندان کی خواہش ہے کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہو، چوں کہ ان کے پاس صرف ایک موقع ہوتا ہے، اس لئے وہ اولاد نرینہ نہ ہونے کی صورت میں ایسا انتظام کرتے ہیں کہ بچہ دنیا میں آنے ہی نہیں پاتا۔ یہ صورت حال اسلامی معاشرے میں پیدا نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ اسلام ایسے غیر انسانی اقدامات کی مذمت کرتا ہے، اور ایسی ہدایات دیتا ہے کہ اس قسم کے اقدامات کی بیخ کنی ہو۔

اسلام معاشی بنیادوں پر اولاد کے قتل کو سخت ترین جرم قرار دیتا ہے، کیوں کہ اس کا فلسفہ یہ ہے کہ اس کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس نے اس کائنات کا نظم ونسق انسان کے حوالے کیا ہے، اسے وسائل دیئے ہیں، محنت کا جذبہ اور سعی وکوشش کے دروازے اس پر وا کئے ہیں۔ اسے ذرائع دیئے ہیں جن کے ذریعے وہ محنت اور جدوجہد کر کے اپنی دنیاوی زندگی کو مزین اور اخروی حیات ابدی کو روشن اور ثمر بار کرسکتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض انسانوں کے ظالمانہ اقدامات اور غیر منصفانہ رویوں کے باعث وسائل حیات پر چند افراد کا قبضہ ہو جاتا ہے، اور عام افراد کی دست رس سے وسائل نکلنے لگتے ہیں، ایسے وقت میں معاشی تنگی پیدا ہوتی ہے، اور انسان اپنے اخراجات کم کرنے کے لئے بعض اوقات ناجائز اقدامات پر بھی اتر آتا ہے، مگر یہ نظام کو صحیح طور پر نافذ نہ کرنے کا نقصان ہے، اس کا ذمے دار خود نظام نہیں ہے وہ چند غلط کار لوگ اور چند ہاتھ اس کے ذمے دار ہیں، جو اس نظام کا غلط استعمال کر رہے ہیں۔ اسلام اس لئے ایک تو دولت کی منصفانہ تقسیم پر زور دیتا ہے، دوسری جانب معاشی وجوہ سے قتل اولاد کو سنگین ترین جرم قرار دیتا ہے۔

ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا O (۷)

اور مفلسی کے ڈر سے تم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بے شک ان کا قتل کرنا بڑی خطا ہے۔

دوسری مقام پر ایک مسلمان کے لئے حرام اور قطعی ممنوع باتوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ O (۸)

آپ کہہ دیجئے کہ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں سناؤ جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں، وہ یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور تنگ دستی کی وجہ سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی، اور تم بے حیائی کے کاموں کے پاس نہ پھٹکو، خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اور اس جان کو قتل نہ کرو جس کا خون اللہ نے حرام کیا ہے سوائے حق کے، یہ ہے جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے تا کہ تم سمجھو۔

بچوں کے قتل کا ایک اور سبب اولاد نرینہ کی خواہش ہے۔ اس خواہش کی وجہ سے لڑکیوں کا قتل انسان کی بہت پرانی روایت ہے، اور ہر طرح کی ترقی کا دعویٰ رکھنے اور انسانی حقوق کے بلند آہنگ دعوؤں کے باوجود ترقی یافتہ قومیں بچوں کے اس قتل عام کو آج تک نہیں روک سکیں۔ بچوں کا یہ قتل آج بھی دنیا بھر میں رائج ہے، اور یہ قبائلی سوچ آج بھی ہمارے درمیان موجود ہے کہ لڑکیوں کو بوجھ سمجھا جاتا ہے۔ آج کے نام نہاد ترقی یافتہ دور میں بھی لڑکیاں جہیز کم لانے کی وجہ سے قتل ہو رہی ہیں اور بعض عورتیں یہ جان کر کے کہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہو رہی ہے اسقاط کرا دیتی ہیں۔ لڑکی معاشی بوجھ اور معاشرتی ذمے داری سمجھی جاتی ہے، اس لئے اس سے نجات کے راستے تلاش کئے جاتے ہیں۔ انہیں وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے، جس کے لئے نہایت گھٹیا طریقے استعمال کئے جاتے ہیں۔ ان کی قرآن سے شادی کر دی جاتی ہے، کس قدر ظلم ہے کہ اس قرآن حکیم کو لڑکیوں کے حقوق بالجبر مارنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جس نے سب سے پہلے اس کی آواز بلند کی، اور مظلوم بچوں کو ان کا حق دلایا۔ اسلام ان تمام فرسودہ اور گھٹیا رسوم و رواج اور طور

۷۔ بنی اسرائیل: ۳۱   ۸۔ الانعام: ۱۵۱

طریقوں کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔قرآن حکیم ان کے اس رویے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ۝ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۝ (۹)

اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اس کا چہرہ غم کے سبب کالا پڑ جاتا ہے اور اس کے دل کو دیکھو تو وہ اندوہ ناک ہو جاتا ہے، اور اس خبر بد کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے۔ دیکھو یہ جو تجویز کرتے ہیں بہت بری بات ہے۔

قرآن ایک اور مقام پر اس کیفیت کی یوں منظر کشی کرتا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ۝ (۱۰)

اور جب ان میں سے کسی کو ایک چیز کی خوش خبری دی جاتی ہے جو انہوں نے اللہ کے لئے بیان کی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے۔

قرآن مزید کہتا ہے:

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَاۗؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ (۱۱)

اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے خیال میں ان کے معبودوں نے ان کی اولاد کا قتل کرنا مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو ہلاک کر دیں اور تاکہ ان کے دین کو ان کے حق میں خلط ملط کر دیں۔

ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

كذاك زينوا لهم قتل أولادهم خشية الاملاق و وأد البنات خشية العار (۱۲)

ایسا ہی شیاطین نے ان مشرکوں کی نگاہ میں فقر و فاقے کے اندیشے سے اولاد کا قتل اور ننگ و عار کے (خود ساختہ) خطرے سے بچیوں کا زندہ در گور کرنا محبوب مشغلہ بنا رکھا تھا۔

ایک مقام پر انسان کی جانب سے اپنے ہی ہاتھوں اپنی نسل کشی کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

۹۔ النحل: ۵۸۔۵۹ ۱۰۔ الزخرف: ۱۷

۱۱۔ الانعام: ۱۳۷ ۱۲۔ ابن کثیر۔ التفسیر۔ عیسیٰ البابی الحلبی، مصر: ج ۲، ص ۱۸۹

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ قَتَلُوْآ اَوْلَادَھُمْ سَفَھًا بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَھُمُ اللّٰہُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ○(۱۳)

بے شک وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی اور جہالت کی بنا پر قتل کردیا اور انہوں نے اللہ پر افترا باندھ کر اس رزق کو اپنے اوپر حرام ٹھہرالیا جو اللہ نے ان کو عطا فرمایا تھا، بے شک وہ گم راہ ہوگئے اور وہ ہدایت پر آنے والے نہ تھے۔

علامہ ابن کثیرؒ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

اِنھم کانوا یقتلون اولادھم کما سولت لھم الشیاطین ذالك فکانوا یئدون البنات ...... وربما قتلوا بعض الذکور خشیة الافتقار (۱۴)

یہ مشرکین اپنی اولاد کو قتل کردیا کرتے تھے جس کا شیطان نے ان کو سبق پڑھا رکھا تھا ......بچیوں کو زندہ درگور کردینے کا رواج تو تھا ہی، حد یہ ہے کہ بسا اوقات محتاجی کے اندیشہ سے لوگ اپنے لڑکوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا کرتے تھے۔

اسلام بچوں کو ایک عظیم نعمت قرار دیتا ہے، اور ہمیں کی اس عظیم نعمت کی قدر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام نے ہی سب سے پہلے بچوں کے اس طرح قتل کو قانوناً جرم قرار دیا اور انسانیت کو بتایا کہ نوعِ انسانی کی بقا کے لئے بچوں کی قدر کرنا اور ان کی پرورش کرنا، انہیں صحیح تربیت فراہم کرنا ناگزیر ہے۔

۲۔ شناخت

اسلام کا بچوں پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے بچوں کو ایک شناخت اور پہچان عطا کی ہے، اس غرض سے اسلام نے خاندان کی صورت میں جو نظام وضع کیا ہے، وہ بچے کو جہاں ایک مضبوط سائبان عطا کرتا ہے، وہیں اسے ایک شناخت بھی دیتا ہے، اور تیسری جانب خاندان کو اس کی تربیت اور تعلیم کا ذمے دار بھی ٹھہرتا ہے۔ اگر کوئی معاشرہ یا خاندان یہ ذمے داری ادا نہیں کرتا تو وہ گناہ گار ہے، جب کہ اس فریضے کی ادائیگی کی صورت میں پورا خاندان اپنے اپنے حصے کے مطابق اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

خاندان کا نظام پہلے سے چلا آرہا ہے، اس کی شکل قدرے تبدیل ہوتی رہی، یوں کہہ سکتے ہیں کہ تدریجاً ارتقا پاتی رہی، مگر اسلام کا احسان یہ ہے کہ اس نے اس نظام کو قانون شکل عطا کی اور جزئیات کے استقصا کے ساتھ اس کی تمام اکائیوں کے حقوق و فرائض واضح کئے، پھر ان سب کا دائرہ کار متعین کیا۔ اس نظام سے خاندان کی تمام اکائیاں متمتع ہوتی ہیں لیکن درحقیقت اس سے سب سے زیادہ فائدہ بچوں کا ہے،

۱۳۔ الانعام: ۱۴۰ ۱۴۔ التفسیر: ج ۲، ص ۱۸۸

اس لئے جہاں یہ نظام ختم ہوا یا شکست وریخت سے دوچار ہوا تو وہاں سب سے زیادہ نقصان بھی بچوں کو ہی اٹھانا پڑا۔ مغرب کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

اسی بنا پر اسلام نے اسے ایک اخلاقی معاملہ نہیں رکھا بل کہ اسے ایک قانون اور ضابطے کی شکل دی جس میں خاص طور پر عورتوں کو اس کا پابند بنایا کہ وہ بچوں کی تربیت کے سلسلے میں کسی قسم کی دوسری مصرفیات کو آڑے نہ آنے دیں۔

اسلام کا یہ نظام اس قدر فطری بنیادوں پر قائم ہے کہ اس سے انحراف کی صورت میں جہاں ایک طرف سخت ترین نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، وہیں اس کے مقابل دوسرا کوئی نظام قائم کرنے میں بھی انسان کو کامیابی نہیں ہوسکی۔ اس کا واضح مفہوم یہی ہے کہ انسانیت کی بقا کے لئے کسی کے پاس اسلام کے تجویز فرمودہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیم فرمودہ نظام کے علاوہ کوئی راہ موجود نہیں ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے برخلاف ایک غیر فطری تجربے کی داستان ملاحظہ کیجئے۔

مغرب میں آزادیٔ نسواں کی تحریک شروع ہوئی تو اسے فلسفیانہ بنیاد عطا کرنے اور باقاعدہ وباضابطہ بنانے کے لئے جو مشکلات درپیش تھیں، ان میں سرفہرست یہی مسئلہ تھا کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کے کیا خطوط متعین کئے جائیں، اس غرض سے ایک فریق نے بچوں کی اجتماعی پرورش کا متبادل اصول متعارف کرایا۔ جسے روایتی مشترک خاندان اور Kibbutz کی طرح کی جمعیتیں ادا کریں۔ ہنگری کے مارکسی مصنف وجدہ اور ہیلر (Vajda and Geller) یہ تجویز کرتے ہیں کہ ایک اجتماعی خاندان یا کمیون of Collective Family یہ فرائض ادا کریں گے اور تمام بالغ افراد بچوں کی پرورش کا فریضہ انجام دیں گے۔ بالغوں کے درمیان تعلقات کی نوعیت یک زوجگی سے لے کر جنسی آوارگی تک موجود ہوگی کیوں کہ کمیون میں جنسی تعلقات اخلاقی قدروں کے ماتحت نہیں ہیں۔ اجتماعی خاندان کمیون سے مختلف ہے، کیوں کہ وہ صرف گھریلو معاملات اور بچوں کی نگہداشت سے متعلق ہے اور یہ پیداواری اکائی نہیں ہوتی۔

اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے ایلون ٹوفلر (AlvinToffler) نے ایک انوکھا متبادل نظام تجویز کیا ہے۔ اس نے پیشہ ور والدین (Professional Parents) کا تصور پیش کیا ہے۔ یہ معاون والدین (Pro Parents) خاندان کی حیثیت اختیار کریں گے اور ماں، باپ، چچا، چچی اور دادا، دادی اور نانا، نانی کا کردار ادا کریں گے۔ یہ لوگ بچے کی پرورش کو تن خواہ دار ملازمت کی حیثیت سے اختیار کریں گے۔ اس طرح رضا کارانہ طور پر بچوں کی پرورش کا خاتمہ ہوگا اور بہت سے حیاتیاتی والدین کو خاندانی کردار سے چھٹکارا ملے گا۔ انہیں صرف یہ کرنا ہوگا کہ اپنے بچوں کو پیشہ ور لوگوں کے سپرد کرنا ہوگا۔

اسی طرح بہت سے مصنفین نے خاندان کے متبادل اداروں کا تصور بھی پیش کیا ہے۔ اشتراکی نسائیت پسند مصنفہ جولیٹ مشیل (Juliet Milchel) نے مختلف تجربات کا تذکرہ کیا ہے جن کا تعلق اجتماعی زندگی (Commnunal living) سے ہے جو افراد اور حالات کی مناسبت سے متعین ہو سکے ہیں۔ وہ ایسے دارالے تجویز کرتی ہے جو رضا کارانہ طور پر خدمات انجام دیں اور ان میں مختلف مرد اور عورتیں مصروف خدمت رہیں۔ (۱۵)

ملاحظہ کیجئے اس طبقۂ فکر کی ذہنی اپچ اور یہ مسخرے بازی دیکھئے کہ اصلی والدین کو فیکٹریوں میں جھونک کر کرائے کے والدین حاصل کئے جارہے ہیں، یہ بات کم از کم اس امر کی تو واضح دلیل ہے کہ بچوں کی تربیت میں والدین خصوصاً ماں کا کردار ایسا ہے جس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے، جب یہ بات ثابت ہو چکی تو پھر جس کا جو وظیفہ حیات قدرت نے متعین کر دیا عقل کا تقاضا تو یہ ہے کہ اسے وہ ادا کرنے دیا جائے نہ یہ کہ اپنی اختراعات سے کام لے کر اس کا متبادل سامنے لایا جائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر یہ معاملہ اتنا ہی سادہ ہوتا تو قدرت نے یہ کیوں نہ کر دیا کہ بچے بھی پھلوں اور سبزیوں کی طرح درختوں پر اگتے اور کھیتوں میں ابھرتے، پھر پال لگانے کے لئے اسے متعلقہ اداروں کے سپرد کر دیا جاتا اور آخر میں یہ تیار پروڈکٹ والدین کو بھیج دی جاتی۔ ماں بھی سال بھر کی مشقت سے محفوظ رہتی، اور باپ بھی کسی آزمائش سے دوچار نہ ہوتا۔ قدرت کے اس پورے نظام کا مطالعہ کرنے سے جہاں ایک طرف خاندان کی اہمیت واضح ہوتی ہے وہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ واحد نظام ہے جو بچوں کو احساس تحفظ اور شناخت عطا کرتا ہے، اس بنا پر یہ نظام بچوں کی تربیت کے لئے ناگزیر ہے۔ یہ اسلام کا بچوں پر اس قدر بڑا احسان ہے جس کی اہمیت سے صحیح معنی میں ہم واقف ہی نہیں ہیں۔

۳۔ پرورش کی ذمے داری

بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کی پرورش درست نہج پر کی جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی بچوں کو پرورش کا براہ راست ذمے دار ٹھہرایا ہے، جس میں کوتاہی کی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہوں گے۔ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ألا كلكم راع وكلكم مسؤول عن رعيته، فالأمير الذى على الناس راع، وهومسؤول عن رعيته، و الرجل راع على أهل بيته، والمرأة راعية على بيت بعلها وولده، و هى مسؤولة عنهم، والعبد راع على مال سيده ، وهو

15. Tofter, A. Future Shock, Panguin, London, 1971

مسؤول عنه،ألا فكلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته (۱۶)
آگاہ ہو جاؤ! تم میں سے ہر ایک رکھوالا ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں (روزِ قیامت) پوچھا جائے گا۔ سو یاد رکھو لوگوں کا امیر بھی رکھوالا ہے، اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا، اور ہر فرد اپنے اہل خانہ کا نگہ بان ہے، اور ہر عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمے دار ہے، اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور غلام اپنے مالک کے مال کا نگہ بان ہے، اس سے اس بارے میں سوال ہوگا۔ آگاہ رہو، تم میں سے ہر ایک نگہ بان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔

بچوں کی پرورش، خوراک، لباس تعلیم و تربیت، علاج معالجہ، ان کی ضرورتوں کا خیال، یہ تمام امور والدین کی ذمے داری ہیں، عموماً والدین یہ فرائض انجام دیتے ہیں، لیکن اسلام انہیں والدین کا مستقل فریضہ قرار دیتا ہے، جس کی ادائیگی پر وہ علیحدہ سے اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے اور عدم ادائیگی کی صورت میں انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کا سامنا کرنا ہوگا۔

چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَاتُضَارَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَ تَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (۱۷)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں اور جو شخص اپنے بچے کو (تین طلاق کے بعد بھی) اسی عورت سے پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے تو اس پر دودھ پلانے والیوں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق لازم ہے۔ کسی کو اس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے، نہ ماں کو اس کے بچے کی وجہ سے تکلیف دی جائے اور نہ باپ کو اس

۱۶۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۴۵۹، رقم ۱۸۲۹۔ ☆ بخاری: ج ۳، ص ۳۹۸، رقم ۵۲۰۰۔ ☆ ترمذی: ج ۴، ص ۲۰۸، رقم ۱۷۰۵

۱۷۔ البقرہ: ۲۳۳

کی اولاد کی وجہ سے، اور وارثوں پر بھی یہی لازم ہے، پھر اگر وہ دونوں اپنی رضا مندی اور مشورے سے (اس مدت سے پہلے) دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں اور تم اپنے بچوں کو کسی اور سے دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں بہ شرطے کہ تم نے جو کچھ ان کو دینا طے کیا ہے اس کو دستور کے مطابق دے دو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔

اس آیت کی رو سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی ماں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بچے کو اپنے دودھ سے محروم رکھے، اسلام نے بچے کے لئے دودھ پلانے کی مدت دو سال مقرر کی ہے۔ اس سے کم مدت میں اگر دودھ چھڑایا جائے تو یہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ بچے کی صحت اور پرورش پر اس کا کوئی برا اثر تو مرتب نہیں ہوگا۔ اسی آیت نے یہ بھی واضح کیا کہ دودھ پلانے والی ماں کے حقوق کا بھی خیال رکھا جائے۔ باپ کی ذمے داری ہے کہ وہ دودھ پلانے والی ماں کے طعام ولباس کا پورا انتظام کرے۔ جب کہ باپ کی غیر موجودگی میں یہ خاندان کی ذمے داری ہے کہ وہ بچے اور اس کی ماں کی نگہ داشت کا پورا انتظام کرے۔ والدین کی علیحدگی کی صورت میں بچے کی رضاعت (دودھ پلوانے) کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ ماں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بلا وجہ بچے کو دودھ کی نعمت سے محروم کردے، کیوں کہ یہ اس کی پرورش میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے۔ اس عمل پر اس سے باز پرس ہوگی۔

ان ہدایات کی وجہ سے مسلمانوں کے ہاں دودھ پلانے کا یہ عمل مسلسل جاری رہا۔ یہ دور حاضر کی بدعت ہے کہ ماؤں نے اپنا دودھ پلانے سے گریز کیا ہے، جس کا نتیجہ ماؤں کے حق میں بھی بہتر نہیں نکلا جب کہ بچوں کو بھی ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ دور حاضر کی طبی تحقیقات نے ماں کے دودھ کی اہمیت و ضرورت کا ادراک کیا ہے اور ماؤں کو یہ مشورہ دینا شروع کیا ہے کہ وہ بچوں کو دودھ پلائیں۔ چوں کہ ماں کا دودھ بچے کی صحت، عادات واطوار اور مستقبل کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے اس لئے ماں کی صحت، اس کی دینی اور اخلاقی حیثیت کی بڑی اہمیت ہے۔

بچوں کی پرورش بہت نازک معاملہ ہے، نبی اکرم ﷺ نے اسلام کے جو احکامات اس بارے میں ہمیں تعلیم فرمائے ہیں ان میں ان نزاکتوں کا بھر پور خیال رکھا ہے۔ انسان جو لقمہ اپنے پیٹ میں منتقل کرتا ہے وہ بھی اپنی ایک تاثیر رکھتا ہے، اور اسلام یہ کہتا ہے کہ رزق حرام کسی اچھے مستقبل کی تعمیر نہیں کرسکتا۔ اس لئے والدین کی یہ بھی ذمے داری ہے کہ وہ بچوں کی پرورش حلال رزق سے کریں، تا کہ وہ آگے چل کر اچھے مستقبل سے لطف اندوز ہوسکیں، ورنہ انجام درست نہیں ہوسکتا۔ قرآن کہتا ہے:

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (۱۸)

تم ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ۔

دوسرے مقام پر حرام خوری کو شیطان کا راستہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۡ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ O (۱۹)

اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے حلال و پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو، بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

۴۔ مساوی سلوک

ابتدا سے یہ رجحان بھی چلا آرہا ہے کہ بعض اوقات تمام بچوں میں مساوات نہیں برتی جاتی۔ کبھی لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دی جاتی ہے تو کبھی لڑکوں کے مابین بھی کسی وجہ سے یا بلا وجہ فرق روا رکھا جاتا ہے، یہ تفریق اسلام میں قطعاً پسندیدہ نہیں، نبی رحمت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی سختی سے ممانعت فرمائی ہے، اور سب کے مابین مساوی سلوک کرنے کی تاکید فرمائی ہے، اور ایسے والدین کو اجر و ثواب میں بشارت دی ہے، جو بچوں کی صحیح پرورش کریں اور سب کے درمیان مساوی سلوک کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور اس کے ہم راہ اس کی دو بیٹیاں تھیں اس نے میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ پایا تو میں نے اسے وہی دے دی پھر اس نے اسے اپنی بیٹیوں پر بانٹ دیا اور اس میں سے خود نہ کھایا پھر اٹھ کر باہر چلی گئی۔ اس کے بعد نبی ﷺ گھر آئے اور میں نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا:

من یلی من هذه البنات شیئا، فأحسن الیهن، کن له ستراً من النار (۲۰)

جو کوئی ان بیٹیوں کی آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے ان سے اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لئے آگ سے مقابلے میں رکاوٹ ثابت ہوں گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من عال جاریتین دخلت انا و هو الجنة کهاتین و اشار باصبعیه (۲۱)

۱۸۔ طٰہٰ:۸۱　　۱۹۔ البقرہ:۱۶۸

۲۰۔ بخاری: ج ۴، ص ۸۶، رقم ۵۹۹۵۔ ☆ ترمذی: ج ۳، ص ۳۶۶، رقم ۱۹۲۰

۲۱۔ ترمذی: ج ۳، ص ۳۶۷، رقم ۱۹۲۱

جس نے دولڑکیوں کی پرورش کی وہ اور میں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے، پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو باہم ملایا۔

جنت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہوگی، یہ نعمت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق بیٹیوں کی پرورش سے حاصل ہوسکتی ہے۔

آپ ﷺ نے باہم لڑکوں میں بھی کسی قسم کا امتیاز قائم نہیں فرمایا۔ اگر کسی نے اپنے ایک لڑکے کو عطیہ دیا اور دوسرے لڑکے یا لڑکوں کو نہ دیا تو آپ ﷺ نے اسے ظلم قرار دیا۔ چناں چہ روایت میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے اپنے لڑکوں میں سے کسی ایک کو ایک غلام ہبہ کیا اور چاہا کہ اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہ بنائے۔ چناں چہ انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے سب بچوں کو ایک ایک غلام دیا ہے، انہوں نے عرض کیا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سوائے حق کے کسی پر گواہ نہیں بنتا۔ (۲۲)

اس طرح آپ ﷺ نے نہ صرف ایک ناانصافی پر مشتمل فیصلے میں گواہ بننے سے انکار کیا، بل کہ اپنے عمل سے ایک ایسے معاملے کی شناعت کی جانب ہماری توجہ بھی مبذول کروائی جس میں ایک بہت بڑا طبقہ شامل ہے۔

اسی قسم کے ایک اور واقعے میں ذکر آتا ہے کہ ایک صحابی کے والد نے انہیں کچھ عطیہ دے دیا تو ان کی والدہ نے کہا کہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گی جب تک تم اس پر حضور ﷺ کی گواہی نہیں لاؤ گے۔ ان کے والد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان فرما کر آں حضرت سے اس پر گواہی چاہی، آپ نے فرمایا:

> أعطيت سائر ولدك مثل هذا؟ قال: لا، قال رسول الله ﷺ :فاتقوا لله واعدلوا بين اولادكم، قال فرجع فرد عطيته(۲۳)
>
> کیا تم نے اپنی تمام اولاد کو اسی طرح کا عطیہ دیا ہے، میں نے کہا کہ نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل سے کام لو پس وہ صحابی واپس پلٹے اور بیٹے سے عطیہ واپس لے لیا۔

۵۔ اچھا نام رکھنا

ناموں کا اثر بچے کی شخصیت پر بھی پڑتا ہے، اس لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کا یہ حق بھی

۲۲۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۲۷۹، رقم ۳۵۴۲

۲۳۔ بخاری: کتاب الھبۃ، باب ۱۳، الاشھاد فی الھبۃ

قرار دیا ہے کہ اس کا نام موزوں اور اچھا تجویز کیا جائے۔ اور والدین پر اولاد کا یہ ایک اہم حق ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے۔

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان من حق الولد علی الوالد ان یحسن اسمہ و ان یحسن ادبہ (۲۴)

باپ پر بچے کا یہ بھی حق ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو حُسنِ ادب سے آراستہ کرے۔

اور اگر کسی کا نام کسی سبب سے مناسب نہ ہو تو اسے بدل دینا چاہیے، چناں چہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیح ناموں کو بدل دیا کرتے تھے۔ (۲۵)

اسی طرح ایک اور روایت میں آتا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاتون کا نام عاصیہ سے تبدیل کر کے جمیلہ تجویز فرمایا۔ (۲۶)

سب سے اہم بات یہ ہے کہ بچے کا نام ایسا رکھا جائے جو اچھے عقائد اور عمدہ اخلاق کا آئینہ دار ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے بچوں کے نام خوب صورت رکھو۔ آں حضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

احب الا سماء الی اللہ عبد اللہ و عبد الرحمن (۲۷)

اللہ کے نزدیک سب سے پیارے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

شاہ ولی اللہ اس حکم کی حکمت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

شریعت کے اہم اور عظیم ترین مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تمام ارتفاقات ضروریہ اور تدابیر معاشیات میں بھی ذکر الٰہی شامل کر دیا جائے اور اسے دوچند کر دیا جائے تاکہ یہ امور بھی دعوت اسلام کی زبان بن کر حق کی دعوت دیں اور نومولود بچے کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن سے موسوم کرنا درحقیقت اسے توحید سے آگاہ و باخبر کرنا اور توحید آشنا بنانا ہے۔ نیز اہل عرب اور دیگر ممالک کے باشندے اپنی اولاد کا نام ان لوگوں کے نام پر رکھتے تھے جن کی وہ لوگ عبادت و پرستش کیا کرتے تھے چوں کہ آں حضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی مراسم توحید قائم کرنا تھا اس لئے لازم و ضروری ہوا کہ نام رکھنے میں سنت، توحید اور

۲۴۔ مجمع الزوائد: ج ۸، ص ۹۳، رقم ۲۴۱۲۸۲۹۔ ۲۵۔ ترمذی: ج ۴، ص ۳۸۲، رقم ۲۸۴۸

۲۶۔ ترمذی ایضاً: رقم ۲۸۴۷۔ اس سلسلے میں مزید حوالوں کے لئے ملاحظہ کیجئے۔ ☆ مولانا محمد ابراہیم فیضی/ ناموں کے بارے میں اسوۂ رسول ﷺ / مکتبہ فیض القرآن، کراچی ۲۰۰۹ء

۲۷۔ ابن ماجہ: ج ۴، ص ۵۳۵، رقم ۳۷۲۸ ☆ ابوداؤد: ج ۴، ص ۳۱۳، رقم ۴۹۵۰

طریق توحید ہی کا اعتبار و لحاظ رکھا جائے۔ (۲۸)

اسی طرح برے ناموں کی ممانعت کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

اخنع اسم عند الله یوم القیامة رجل تسمی ملك الاملاك (۲۹)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک کم بخت نام اس شخص کا ہوگا جو ملک الاملاک کہلائے گا۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

انکم تدعون یوم القیامة باسمائکم و اسماء آبائکم فاحسنوا اسماء کم (۳۰)

قیامت کے دن تمہیں اپنے ناموں اور اپنے والد کے ناموں سے پکارا جائے گا اس لئے بہترین نام رکھا کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی یہ تاثیر ہے کہ امت مسلمہ میں ہمیشہ اچھے نام مقبول رہے ہیں۔ انبیا و صلحا کی نسبت سے بھی نام رکھے گئے۔ بعض ایسے نام پائے جاتے ہیں جو متنازع رہے ہیں تاہم امت مسلمہ اچھے ناموں کی وجہ سے پوری دنیا میں منفرد ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی کتب حدیث میں منقول ہے:

تَسَمَّوا بَاسْمَاءِ الْاَنبِیَاءِ (۳۱)

پیغمبروں کے نام پر نام رکھو۔

اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کی اپنے قول مبارک سے تلقین فرمائی، اپنے عمل سے اس کی تائید بھی امت کے سامنے پیش فرمادی۔

۶۔ عقیقہ

عقیقے کی روایت عربوں میں پہلے سے موجود تھی، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اصلاح فرمائی اور اسے بچے کا حق قرار دیا، پہلے یہ ہوتا تھا کہ بچے کی پیدائش پر جانور ذبح کیا جاتا اور پھر اس کے خون سے بچے کو رنگ دیا جاتا۔ اسلام نے اس کی ممانعت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقے کی صورت

۲۸۔ شاہ ولی اللہ دہلوی: حجۃ اللہ البالغہ/مصر: ج ۲، ص ۳۹۱

۲۹۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۳۱۷، رقم ۴۹۶۱۔ ☆ بخاری: ج ۴، ص ۱۳۵، رقم ۶۲۰۵

۳۰۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۳۱۳، رقم ۴۹۴۸۔ ☆ دارمی: ج ۲، ص ۳۸۰، رقم ۲۶۹۴

۳۱۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۳۱۳، رقم ۴۹۵۰ ☆ بیہقی: ج ۹، ص ۳۰۶

بیان یہ فرمائی:

من ولد له ولد فاحب أن ینسك عنه فلینسك، عن الغلام شاتان مكا فئتان و عن الجاریة شاة (۳۲)

جس کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو، اور وہ قربانی کرنا پسند کرے تو اسے چاہئے کہ لڑکے کی طرف سے دو اور لڑکی کے لئے ایک بکرا قربان کرے۔

آپ ﷺ کے نواسے حضرت حسنؓ کی پیدائش کے وقت آپ نے خود ان کا عقیقہ کیا، اس کی تفصیل راویت میں یوں مذکور ہے:

عن علی بن ابی طالبؓ قال عق رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الحسن بشاة و قال:یا فاطمة احلقی رأسه وتصدقی بزنة شعره فضة قال فوزنته فكان وزنه درهماً (۳۳)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کے عقیقے میں ایک بکرا ذبح کیا اور کہا کہ اے فاطمہ حسن کا سر مونڈ ادو اور اس کے بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کردو، ان کا وزن ایک درہم نکلا۔

۷۔ تعلیم

تعلیم بنیادی ضرورت ہے۔ اسلام پہلا مذہب اور پہلی تہذیب ہے، جس نے تعلیم کو ہر انسان کی بنیادی ضرورت قرار دیا ہے، جب کہ اس سے قبل یہ تصور موجود نہ تھا، بل کہ ہر معاشرہ اور قبیلہ صرف اپنے اعلیٰ طبقے کی تعلیم پر قانع تھا، اور وہ قبیلے کے سردار اور امراء وغیرہ اور مذہبی پیشواؤں کی تعلیم و تربیت کو ضروری قرار دیتا اور اس کا اہتمام کرتا تھا، عام افراد اس تعلیمی نظام سے خارج سمجھے جاتے تھے، انہیں طبقۂ اشرافیہ کی طرح تعلیم حاصل کرنے کا حق نہ تھا۔ (۳۴)

یہاں تک کہ یونان اور چین کے ہاں بھی، جنہوں نے علم و تمدن کے میدان میں نمایاں بل کہ غیر معمولی ترقی کی، تمام انسانوں کی تعلیم کا کوئی تصور نہ تھا، بل کہ وہ اہل علم کے ایک خاص طبقے کی تعلیم کے محرک اور داعی تھے۔ افلاطون بھی فلاسفہ اور اہل نظر کے ایک مخصوص طبقے ہی کو اس امتیاز سے نوازتا

۳۲۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۲۴، رقم ۲۸۴۲

۳۳۔ ترمذی: ج ۳، ص ۱۷۵، رقم ۱۵۲۴۔ ☆ حاکم ۴: ص ۳۶۵، رقم ۷۵۸۹

34. Encyclopedia of Britanica 1984 pp 6/317. 318

ہے۔(۳۵)

اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے، جس نے سب سے پہلے بلاتفریق طبقات وقبائل و بلاتخصیص مرد و زن سب کے لئے بلاامتیاز و بلااختصاص عام تعلیم کا آوازہ بلند کیا، اور نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طلب العلم فريضة على كل مسلم (۳۶)

علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔

یعنی تعلیم ہر چھوٹے بڑے، امیر وغریب، مرد وعورت اور کالے وگورے ہر ایک پر فرض ہے، اس باب میں نہ تو طبقۂ فکر کی تخصیص ہے نہ کسی اور بنیاد پر اسلام نے کسی بھی نوعیت کے امتیاز کو درست سمجھا ہے۔

اس بنا پر اولاد کی تعلیم کو خصوصی اہمیت حاصل ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

مانحل والد ولداً من نحل أفضل من أدب حسن (۳۷)

کوئی والد اپنی اولاد کو اچھے آداب سے بہتر ہدیہ نہیں دے سکتا۔

۸۔تربیت

تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ضروری ہے، یہ وہ نکتہ ہے جو عصر حاضر کے دیدہ وروں کی نگاہوں سے اوجھل ہے۔علم کے نام پر جو لاعلمی پھیلائی جارہی ہے اس کے مفاسد اپنی جگہ پر مگر تربیت کی طرف کوئی ذہن بھی توجہ نہیں کررہا۔ حال آں کہ تربیت کے بغیر علم کی حیثیت خام مال سے زیادہ کچھ نہیں، جب تک اسے تربیت کی بھٹی سے نہ گزار لیا جائے اس وقت تک اس سے فائدہ نہیں اٹھا جاسکتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں پر جو شفقت فرمائی ہے، اس کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ان نونہالوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے ان کی تہذیب اور تربیت کی بھی خاص تلقین فرمائی ہے۔تربیت میں سب سے پہلے روحانی تربیت کا مرحلہ آتا ہے۔قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ (۳۸)

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن

۳۵۔خورشید احمد، پروفیسر۔اسلامی نظریۂ حیات۔شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، جامعہ کراچی: ص ۴۲۰

۳۶۔ابن ماجہ: ج ۱، ص ۹۷، رقم ۲۲۴۔ ☆ مجمع الزوائد: ج ۱، ص ۳۳۲، رقم ۴۷۲، ۴۷۴۔ ☆ المعجم الکبیر: رقم ۱۰۴۳۹

۳۷۔ترمذی: ج ۳، ۳۸۳، رقم ۱۹۵۹۔ ☆ بیہقی کبریٰ: ج ۲، ص ۱۸، رقم ۲۱۰۶

۳۸۔التحریم: ۶

انسان اور پتھر ہیں، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیا جاتا ہے وہ اُس کو بجالاتے ہیں۔

اولاد اور اہل وعیال کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دعائیں بھی تعلیم فرمائی ہیں۔ کیوں کہ یہ بھی تربیت کا حصہ ہے کہ انسان جہاں ان کے اخلاق وکردار پر نظر رکھے، انہیں اچھی باتوں کی تعلیم دے وہیں اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا بھی کرے۔ قرآن حکیم دعا گو رہنے والے والدین کا ذکر یوں کرتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۝ (۳۹)

اور وہ جو دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔

وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۝ (۴۰)

اور میرے لیے میری اولاد میں بھی خیر رکھ۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی تربیت کو کس قدر اہمیت دی ہے، اور ان کے اندر خیر خواہی کا مادہ پیدا کرنے پر جس قدر زور دیا ہے، اس کا کچھ اندازہ ان ارشادات سے کیا جا سکتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لأن يؤدب الرجل ولده خير من أن يتصدق بصاع (۴۱)

انسان کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا ایک صاع (ساڑھے تین سیر، تقریباً) صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أكرموا اولادكم وأحسنوا أدبهم (۴۲)

اپنی اولاد کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرو اور ان کے آداب کو بہتر بناؤ۔

نبی کریم نے بچوں کی تربیت کے حوالے سے چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی انتہائی اہمیت دی جو بظاہر تو چھوٹی نظر آتی ہیں مگر مستقبل میں انسانی شخصیت وکردار پر ان کے بہت گہرے اور پائے دار اثرات دیکھنے

۳۹۔ الفرقان: ۷۴　　۴۰۔ احقاف: ۱۵

۴۱۔ ترمذی: ج ۳، ص ۳۸۲، رقم ۱۹۵۸　　۴۲۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۲۱۱، رقم ۳۶۷۱

میں آتے ہیں۔ چناں چہ نبی کریم بچوں کو سلام کی تلقین فرماتے تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم نے حضرت انس سے فرمایا:

يا بني اذا دخلت على اهلك فسلم ، تكون بركة عليك وعلى اهل بيتك (۴۳)

اے بیٹے! جب اپنے گھر میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرو، یہ تمہارے اور اہل خانہ دونوں کے لئے باعث برکت ہوگا۔

بچوں کی فطرت میں تھوڑی ضد اور ہٹ دھرمی ہوتی ہے اور وہ اس کا مظاہرہ اپنے بچپن میں زیادہ کرتے ہیں۔ اس لئے اگر چہ اسلام میں بچوں پر شفقت ورحمت کے حوالے سے زیادہ زور دیا گیا ہے لیکن اس قسم کے بچوں کے لئے اور بنیادی اسلامی فرائض کی انجام دہی میں سستی کرنے والے بچوں کے لئے تربیت کا یہ اصول بتایا گیا ہے

مروا اولادکم بالصلاۃ وھم ابناء سبع سنین ، واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر ، وفرقوا بینھم فی المضاجع (۴۴)

اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو، اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو اور ان کے بستر علیحدہ کردو۔

تعلیم وتربیت کی کثیر الجہت اہمیت اور مفہوم کی بنا پر اسلام کی تعلیمات اس باب میں بہت زیادہ اور مختلف پہلوؤں کی حامل ہیں۔ بچوں کو اچھائی اور ادب کی تعلیم دینے کے سلسلے میں ارشاد نبوی ہے:

علموا انفسکم واھلیکم الخیر وادبوھم (۴۵)

خود کو اور اپنے اہل خانہ کو اچھائی کی تعلیم دو اور انہیں ادب سکھاؤ۔

بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے پر زور دیا گیا ہے اور دینی فرائض سیکھنے کا بھی حکم دیا گیا ہے:

تعلموا الفرائض والقرآن وعلموا الناس فانی مقبوض (۴۶)

فرائض اور قرآن کی تعلیم خود بھی حاصل کرو اور دوسرے لوگوں کو بھی سکھاؤ، کیوں کہ میں (عن قریب) دنیا سے چلا جاؤں گا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

۴۳۔ الترمذی: ج ۴، ص ۳۲، رقم ۲۷۰۷ ۴۴۔ ابوداؤد: ج ۱، ص ۱۹۷، رقم ۴۹۵

۴۵۔ روح المعانی: ج ۲۸ ص ۱۵۶ ۴۶۔ الترمذی: ج ۴، ص ۲۸، رقم ۲۰۹۸

تعلموا القرآن واقرؤوہ وارقدوا (۴۷)

قرآن کا علم حاصل کرو، اس کو پڑھو اور اس کے ساتھ سو (یعنی سونے سے پہلے تمہارا آخری کلام قرآن مجید ہونا چاہیے۔

اسلامی تعلیمات کے برعکس مغرب کا المیہ یہ ہے کہ وہ آزادی اور خودمختاری کے ایک ایسے نظریئے کے شکنجے میں آچکا ہے، جو اسے بے لگام آزادی کی طرف دھکیل رہا ہے، حال آں کہ آزادی کا یہ مفہوم شاید اس فکر کو پروان چڑھانے والوں کے ذہنوں میں بھی موجود نہیں ہوگا۔ بچوں کے سلسلے میں اس نظریئے کے ثمرات ایک ایسے بے ترتیب، غیر منظم، بے ادب اور بدلحاظ گروہ کی شکل میں سامنے آئے ہیں جسے اپنی ذات کے علاوہ کسی چیز سے کوئی دل چسپی نہیں ہے، یہ گروہ انسانی معاشرے کے لئے سخت نقصان دہ ہے، یہ تربیت کے فقدان کا نتیجہ ہے، اس بنا پر اسلام بچوں کی درست تعلیم و تربیت کی جانب متوجہ کرتا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

چوں کہ بچوں کی زندگی میں استقلال نہیں ہوتا اس لئے وہ اپنے والدین کی نگرانی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ماں باپ کے دلوں میں بے پناہ شفقت اور ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا تاکہ وہ تربیت اولاد کا کام خوشی سے انجام دیں اور ہر طرح ان کے نگران حال رہیں۔ وہ ان کی تربیت ایسے طریقے پر کریں جس سے ان کی آئندہ زندگی سنور جائے اور وہ ضروریات زندگی پورا کرنے کے لئے جائز اور باعزت طریقے جاننا سیکھیں، زیور علم سے آراستہ ہوں۔ والدین اپنی اولاد کے بزرگ و محترم ہوتے ہیں اور محسن بھی۔ اور ان کی ظاہری و معنوی تربیت میں انہوں نے وہ تکالیف برداشت کی ہیں، جن کا اندازہ لگانا یقینا مشکل ہے۔ (۴۸)

بچے کی تعلیم و تربیت اس لئے بھی اہم ہے کہ وہ معاشرے کی اساس ہے، فرد سے خاندان اور خاندان سے معاشرہ وجود میں آتا ہے، اچھے افراد جو تربیت یافتہ اور زیور علم سے آرستہ ہوں گے وہ معاشرے کو جنت کا نمونہ بنائیں گے۔ وہ ایسا ماحول تشکیل دیں گے جس میں تمام افراد خوش حال زندگی بسر کرسکیں۔ غیر تربیت یافتہ افراد کے نتیجے میں غیر مہذب معاشرہ وجود میں آتا ہے جو مزید انتشار اور افساد کا باعث بنتا ہے اس لئے اسلام نے بچے کی تعلیم و تربیت دونوں پر زور دیا ہے اور اسے آزاد اور بے مہار نہیں چھوڑا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت کے حوالے سے یہ بنیادی اصول بیان فرمایا کہ بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا

۴۷۔ الجامع الصغیر للسیوطی: ج۱، ص ۴۴۸، رقم ۳۳۲۷ ۴۸۔ حجۃ اللہ البالغہ: ج۲، ص ۳۹۱

ہے۔ اس کے بعد اس کے والدین اس کی تشکیل و تعمیر کرتے ہیں اور اسے جس رنگ میں چاہیں ڈھال دیتے ہیں۔(۴۹)

حدیث کے الفاظ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ أو ینصرانہ أو یمجسانہ (۵۰)

ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے، اس کے والدین اسے یہودی، مجوسی یا نصرانی بناتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو جو حقوق عطا کئے ہیں، اور اپنی رحمت و شفقت پر مبنی جو احکامات ان کے لئے دیئے ہیں یہ اس کا ایک خلاصہ تھا۔ جس کی روشنی میں ہمیں یہ باور کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی کہ انسانی معاشرے میں بچوں کو آج سے ڈیڑھ صدی قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقوق عطا فرمائے تھے آج بھرپور ترقی کے دعوؤں کے باوجود جدید معاشرہ اس سے کہیں دور کھڑا ہے، اور جن پہلوؤں سے اس نے اصلاحات قبول بھی کی ہیں تو وہ بھی اسلام کے صدقے میں، اور یہ اسلام کی اصلاحات کا تسلسل ہیں۔

نبیٔ رحمت کی شفقت۔ چند مظاہر

ان سطور میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان مندرجۂ بالا تعلیمات کو پیش کرنے کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمیں کیا سبق دیتا ہے؟ عملی زندگی میں بچوں کے ساتھ آپ ﷺ کا رویہ کیا تھا؟ اور ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے تھے؟

آپ بچوں پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ بچوں پر آپ ﷺ کی شفقت و مہربانی کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

انی لاقوم فی الصلاۃ ارید ان اطول فیھا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلاتی کراھیۃ ان أشق علی أمہ (۵۱)

نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا خیال ہوتا ہے کہ میں لمبی نماز پڑھوں مگر نماز کے دوران کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیوں کہ مجھے یہ بات ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ اس کی ماں پر سختی کی جائے۔

۴۹۔ ڈاکٹر خالد علوی: ص ۲۲۷ ۵۰۔ بخاری: ج ۱، ص ۳۲۷، رقم ۱۳۸۵۔ ☆ ابوداؤد: ج ۴، ص ۲۴۰، رقم ۴۷۱۴ ۵۱۔ بخاری: ج ۱، ص ۱۷۱، رقم ۷۰۷

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کو بوسہ دیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس تمیمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں، میں نے تو ان میں سے کسی کو کبھی نہیں چوما، آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا:

من لایَرحم لایُرحم (۵۲)

جو رحم نہیں کرتا (اس پر) رحم نہیں کیا جاتا۔

اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ﷺ بچوں کو پیار کرتے ہیں، ہم تو نہیں کرتے، آپ نے فرمایا:

أو أملك لك أن نزع الله من قلبك الرحمة (۵۳)

اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

ابو قتادہ سے روایت ہے کہ ایک بار آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لائے اور آپ کی نواسی حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا آپ کے کندھے پر تھیں اسی حال میں آپ ﷺ نے نماز پڑھائی، جب آپ رکوع میں جاتے تو انہیں اتار دیتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تو انہیں پھر سوار کر لیتے۔ (۵۴)

آپ نے عرب معاشرے مین بیٹیوں کو دفن کرنے والی قبیح رسم کو ختم کرنے کے لئے بچیوں سے خصوصی سلوک کرنے کا حکم دیا اور ان کی پرورش میں کسی قسم کی کوتاہی نہ برتنے کی ترغیب دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

من كانت له انثى فلم يئدها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليها ادخله الله الجنة(۵۵)

جس کے گھر میں کوئی عورت ہو اور وہ اسے دفن نہ کرے اور نہ ہی اس کی توہین کرے نیز اس پر بیٹوں کو ترجیح نہ دے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔

عرب کا وہ معاشرہ جہاں بچیوں کی پیدائش کو عار اور ذلت سمجھ کر اسے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور جہاں مرد کے مر جانے کے بعد اس کی بیوہ اولاد اور بیٹوں کی وراثت میں آجایا کرتی تھی، تیموں کا کوئی پرسان حال نہ ہوتا تھا، بل کہ ان کے ساتھ غلاموں اور باندیوں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا، وہاں آپ ﷺ کی تعلیمات نے وہ اثر دکھایا کہ دنیا اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔ آپ کی تعلیمات سے وہ معاشرہ

۵۲۔ بخاری: ج ۴،ص ۸۶، رقم ۵۹۹۷ ۵۳۔ ایضاً: رقم ۵۹۹۸

۵۴۔ بخاری: ج ۴، ص ۸۶، رقم ۵۹۹۶ ۵۵۔ ابوداؤد: ۴، ص ۳۷۵، رقم ۵۱۴۶

اس قدر بدل گیا کہ وہاں یتیموں کی پرورش اور کفالت کے حوالے سے لوگ آپس اختلاف کرنے لگے ک، اوران میں مسابقت کی فضا قائم ہوگئی۔

حضرت براء بن عازب کی ایک طویل حدیث میں ایک واقعہ یوں مذکور ہے کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ برآمد ہوئے تو آپ کے پیچھے پیچھے حضرت حمزہ کی صاحب زادی اے چچا اے چچا پکارتی ہوئی لی آئیں، حضرت علی نے اس بچی کو اٹھالیا اور حضرت فاطمہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تمہاری چچا زاد ہے اسے تھام لو، پس اس بچی کے بارے میں حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید کے درمیان اختلاف ہوا۔حضرت علی نے کہا: میں نے اسے اٹھایا ہے اور یہ میری چچا زاد بہن ہے۔حضرت جعفر نے کہا کہ یہ میری چچا زاد ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔حضرت زید نے کہا یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے۔پس نبی کریم نے خالہ کے حق میں فیصلہ دے دیا اور فرمایا:

الخالة بمنزلة الام (۵٦)

خالہ تو ماں درجے میں ہے۔

آپ ﷺ بچیوں پر بہت زیادہ مہربان تھے اور ان کا بہت زیادہ لحاظ فرماتے تھے۔اس بات کا اندازہ درج ذیل روایت سے لگایا جاسکتا ہے: حضرت ام خالد فرماتی ہیں:

اتیت رسول الله ﷺ مع ابی و علی قمیص اصفر ، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم سنه سنه ، قال عبد الله و هی بالحبشیة حسنة . قالت ذهبت العب بخاتم النبوة فزبرنی ابی، قال رسول الله ﷺ دعها ، ثم قال رسول الله: ابلی واخلقی، ثم ابلی واخلقی ، ثم ابی واخلقی قال عبد الله : فبقیت حتی دکن (۵۷)

میں اپنے والد کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس آئی اور میں نے زرد کپڑے پہنے ہوئے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنہ سنہ۔عبداللہ کہتے ہیں کہ حبشی زبان میں اس کے معنی خوب صورت کے ہیں۔ام خالد کہتی ہیں کہ میں نے ''مہر نبوت'' سے کھیلنا شروع کر دیا تو میرے والد نے مجھے ڈانٹا۔آپ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، پھر نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا: اس کپڑے کو پہن پہن کر پرانا کرو، پہن پہن کر پرانا کرو، (یعنی تمہاری عمر دراز ہو) عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام خالد کے پاس یہ کپڑا اتنے عرصے رہا کہ کالا ہوگیا۔

۵٦۔ بخاری: کتاب المغازی، باب عمرۃ القضاء ۵۷۔ بخاری: کتاب الجہاد، باب من تکلم بالفارسیة

آپ ﷺ دوسرے بچوں پر بھی نہایت شفیق و مہربان تھے۔ جب بچے آپ کے پاس آتے تو آپ ﷺ ان کو اپنی گود میں بٹھا لیتے اور چھوہارے چبا چبا کر ان کو کھلاتے اور ان کے لئے دعائے خیر و برکت فرماتے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ جب مکہ تشریف لائے تو عبدالمطلب کے بچے بھاگ کر آپ کے پاس آئے۔ آپ نے نہایت شفقت سے ان کو اپنے آگے پیچھے سوار کر لیا۔

آپ ﷺ کی شفقت و مہربانی صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں تھی بل کہ آپ غیر مسلموں پر بھی اتنے ہی شفیق تھے۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا آپ ﷺ کا خدمت گزار تھا۔ اتفاق سے وہ بیمار پڑ گیا۔ آپ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے اسے اسلام قبول کرنے کے لئے فرمایا تو اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس وقت اس کے پاس ہی تھا۔ اس نے کہا کہ تو ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہا مان لے چناں چہ وہ مسلمان ہو گیا۔ اس سے آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔ جب آپ وہاں سے نکلے تو فرمانے لگے کہ خدا کا شکر ہے کہ وہ آگ سے بچ گیا۔ (۵۸)

بچوں کے حوالے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا یہ مختصر خلاصہ ہمارے سامنے یہ حقیقت واضح کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ میں بچوں کے بارے میں اس قدر واضح تعلیمات ہیں کہ اگر عمل کے لئے متعین راستے کو اپنا لیا جائے تو اس سلسلے میں پائے جانے والی کوتاہیاں دور ہو سکتی ہیں، اور ان کوتاہیوں کے نتیجے میں ہمارے معاشرے کو جو مسائل درپیش ہیں ان کو ہم حل کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین

۵۸۔ بخاری: ج ا، ص ۳۳۰، رقم ۱۳۵۶